

مقبول ترین قوی اور ریافتہ کثیر الاشاعت میگزین

ماہ نامہ **آبِ حیات** لاہور

جلد ۱۹ / شمارہ ۱۰ / اکتوبر ۲۰۱۹ / صفر ۱۴۴۱ھ

قرآن
عرش بریک آخری
پیغام

بیوی کے نام
مکان میں وارثوں کا حصہ

پاکستان میں حالات کی دیگر گونی
مدیر اعلیٰ کے بے باک قلم سے

بیٹے موجودگی
میں پوتوں کا حصہ

سلطان صلاح الدین ایوبی

میل بیوی
کے درمیان
اختلافات
کا خاتمہ

مدیر اعلیٰ: علامہ محمد رفیع الدین
مدیر ادارہ: علامہ محمد رفیع الدین
مدیر اشاعت: علامہ محمد رفیع الدین

ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ لاہور
0300-0321-9458876

حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات سے باقاعدہ منظور شدہ

اب حیات

جلد ۱۹ شماره ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۹ء، صفر ۱۴۴۱ھ

رئیس کونسل

حضرت مولانا قاری عبدالسلام حدادی عنباسی

ہم دار الفی خاتمہ ان علیہ صلی علیہ وسلم

مدیر تعلیم

مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

غالبیہ

شاہ ڈاکٹر عبدالمعین صاحب مدظلہ العالی
مولانا شاہ حکیم محمد صاحب مدظلہ العالی

رسالہ 350 روپے

قیمت فی شمارہ 20 روپے

ملنے کا پتہ

غوث کاڈن 2، جی بی روڈ منادان لاہور کینٹ

0300-0321-9458876

Mahmoodhadoti@gmail.com

ادارہ اب حیات ٹرسٹ

ماہ نامہ آب حیات لاہور
اکتوبر ۲۰۱۹ء

۳	محمود الرشید حدوٹی	حالات کی دگرگونی (نقش آغاز)
۹	محمود الرشید حدوٹی	اللہ نے آدم و حوا کو کس سے منع کیا تھا؟
۱۳	محمود الرشید حدوٹی	امت محمدیہ اور اعضائے وضوء
۱۵	مولانا مفتی محمد زبیر	بیوی کے نام مکان میں وارثوں کا حصہ
۱۶	مولانا مفتی محمد زبیر	بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کا حصہ
۱۸	ابو اسامہ محمود	بیوی میاں کے درمیان اختلافات کا خاتمہ
۲۱	خادم قرآن کے قلم سے	عرش بریں کا آخری پیغام
۲۷	ام ہانی صدیقی کے قلم سے	سلطان صلاح الدین ایوبی
۳۰	محمود الرشید حدوٹی	تاریخ عباسی ڈھونڈ (مؤلفہ محبت حسین)

ادارہ آب حیات کی عاجزانہ خدمات

ادارہ آب حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہے، جو گزشتہ دو دہائیوں سے رفاہی، فلاحی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے، یہ ایک غیر سیاسی ادارہ ہے، ادارہ کے تحت ماہ نامہ آب حیات، ماہ نامہ تحفہ خواتین، ماہ نامہ شان دار، ماہ نامہ صدائے جمعیت، شہر لاہور سے تسلسل سے شائع ہو رہے ہیں، ان پر ہر ماہ ہزاروں روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں، مخیر حضرات کی خصوصی توجہ مطلوب ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک ان شاء اللہ اپنا فیضان عام کرے گا، ادارہ کے حسابات باقاعدہ منظور شدہ آڈیٹر سے آڈٹ ہوتے ہیں۔

حالات کی دگرگونی

محمود الرشید حدوٹی

وطن عزیز پاکستان کو سنگین اور دگرگوں حالات کا سامنا ہے، یوں تو ہر دور حکومت میں یہاں پریشان کن حالات رہے ہیں، جن کا کسی نہ کسی شکل میں ازالہ ہوتا رہا، حالات تو یہاں کبھی بھی کسی بھی دور میں ختم نہیں ہوئے، یہاں سول حکمرانوں نے حالات پیدا کیے، ان کی ناروا پالیسیوں نے حالات پیدا کیے، یہاں سیاسی نابالغوں نے حالات پیدا کیے، یہاں فوجی جرنیلوں نے مارشل لائی لائٹھی سے حالات پیدا کیے، یہاں بیوروکریسیوں نے حالات پیدا کیے، یہاں طالع آزمائوں نے کھلواڑ کیے، یہاں مذہب کا نام لینے والے بہروپیوں نے مفاداتی چکروں میں حالات پیدا کیے، ساز باز کی اور منتخب حکومتوں کے خلاف سازشیں کیں، یہاں خفیہ ایجنسیوں نے من مانے کھیل کھیلے، اپنی پسند اور ناپسند کو ہمیشہ ترجیح دی۔

مگر حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے کہ موجودہ طرز حکمرانی میں حالات پہلے کی بہ نسبت بہت ہی خراب، بہت ہی اشتعال انگیز اور بہت ہی دگرگوں ہیں، یہ حالات فوج سے سنبھل رہے ہیں اور نہ ہی سول حکومت سے قابو ہو رہے ہیں، ڈالر کے ساتھ ہماری معیشت کی ڈوری باندھی گئی ہے، جوڑائیں بھرتا بھرتا بہت اوپر جا چکا ہے، جب کہ پاکستانی روپیہ گرتے گرتے پیوندز میں ہونے کے قریب پہنچ چکا ہے۔

سیاسی ایوانوں میں سوجھ بوجھ کی کمی ہے، فکر و خیال کا انتشار ہر جگہ پر موجود ہے، سیاسی انتظامی کارروائیاں اس قدر عروج پر ہیں کہ حزب مخالف کے سرکردہ راہنما

ناکردہ جرائم کی سزائیں جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے کاٹ رہے ہیں، کوئی شنوائی نہیں، کوئی دادرسی نہیں ہے، اس سے سیاسی بے چینی پھیل رہی ہے، حالات کنٹرول سے باہر ہوتے چلے جا رہے ہیں، سیاسی کارکن جوش و جلال سے بھرے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں، ایک دوسرے کے گریبان چاک کرنے تک نوبت پہنچ چکی ہے۔

ادھر ہماری قابل احترام عدلیہ کے حالات سنیں تو کانوں کو ہاتھ لگائیں، یہ عدلیہ جس کے خلاف لکھنا تو دور کی بات زبان کو جنبش دینا بھی عدلیہ کی توہین کے زمرے میں آتا ہے، کئی سیاسی کارکن اور لیڈر عدلیہ کی بے ادلیوں، بے اعتدالیوں اور ظالمانہ روشوں کے خلاف زبانوں کو حرکت دینے کی پاداش میں سزائیں کاٹ چکے ہیں، ایک وزیراعظم کو توہین عدالت کی سزا بھی بھگتنا پڑی ہے، پانچ سال تک نااہلی بھی بھگت چکا ہے، سیاسی جماعتوں کے حق گو اور زبان دراز کارکن عدلیہ کے انصاف اور توہین عدالت کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

یوں دیکھا جائے تو عدلیہ ایک ایسی مقدس گائے بن چکی ہے جس کے خلاف حرف شکایت زبانوں پر لانا جرم عظیم ہے، مگر خود عدلیہ اور عدل کرنے والے ججوں اور قاضیوں کے حالات ایسے بھیانک ہیں کہ انسان توبہ توبہ کراٹھے، یہاں پچھلے دور میں ایک قاضی القضاۃ ایسا گزرا ہے جس کی آنیاں اور جانیاں، اس کی سازشیں اور کہہ مکر نیاں سن سن کر انسانی رو نگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس قاضی القضاۃ کا نام ثاقب نثار تھا، وہ اپنی ترجیحات، اپنے مفادات، اپنے لالچی دماغ، اپنی حریصانہ نگاہوں کی خاطر سارے ملکی مفادات کو نثار کرتا چلا گیا، اس نے ڈیم بنانے کے نام پر دنیا بھر سے کھربوں روپے جمع کیے اور عہدہ قضاۃ سے سبکدوش ہوتے ہی رفوچکر ہو گیا، کوئی اس رقم کا حساب دینے والا نہیں ہے۔

اس قاضی القضاۃ نے عدل و انصاف کا منہ چڑھایا، اس نے عدل کے ساتھ منہ کالا کیا، اس نے عدلیہ کی ماں بہن سرعام نیلام کر ڈالی، وہ اس عظیم منصب پر فائز ہونے کے باعث وہ کچھ کرتا تھا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، اس نے عدلیہ کے منصب جلیلہ کے ساتھ کھلوڑ کیا، ملک میں بے چینی اور ہجانی کیفیات پیدا کیں، اس نے ملکی استحکام کو اپنی قضاتی لاٹھی کے ساتھ عدم استحکام کا شکار کیا۔

عدلیہ کے ایک جج ارشد ملک نے پاکستان کے تین بار منتخب ہونے والے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے خلاف فیصلہ سنایا، پھر اس نے عدلیہ میں ہونے والے اس ظلم عظیم کے خلاف یہ اعلان سنایا کہ اس نے نواز شریف کے خلاف دباؤ میں فیصلہ سنایا، اس نے ایک موقع پر کہا کہ میں نے اپنے ضمیر کے خلاف فیصلہ کیا، اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے عمرہ کرنے حرمین شریفین پہنچا، پھر بعد ازاں یہ بات بھی سامنے آگئی کہ واقعی یہی بات تھی، جج کا فیصلہ جب غلط تھا تو پھر کسی کو جیل میں بلاوجہ رکھنا تو انصاف نہیں ہے۔

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کی عدالت کے ایک چیف جسٹس نے برسرعام اعلان کیا کہ خفیہ اداروں کے لوگ ہمیں ڈرا دھمکا کر زبردستی فیصلے کروا رہے ہیں، اس راز کے افشاء پر اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب شوکت عزیز صدیقی کو بھاری قیمت چکانا پڑی، ان کا ٹرائل ہوا اور بالآخر انہیں گھر جانا پڑا۔

ادھر دوسری عدالتوں کے حالات بھی کوئی قابل رشک اور قابل داد نہیں ہیں، کئی دنوں کے عدالتی ٹرائل کے بعد جب جج کسی مثبت یا منفی نتیجہ پر پہنچتا ہے، فیصلہ سننے کی نوبت آتی ہے تو اچانک ویٹس اپ پر ایک خفیہ میسج مقتدر طاقتوں کی طرف سے پہنچتا ہے کہ آپ کی خدمات اب اس عدالت سے اٹھائی جا رہی ہیں، آپ ہائی کورٹ

میں رجوع کریں، یوں وہ فیصلہ کی گھڑی مؤخر ہو جاتی ہے، سائل پر یہ گھڑی بجلی بن کر گرتی ہے، ایک کہرام بپا ہو جاتا ہے، کئی مہینوں کے عدالتی دھکے، دھوپ کی گرمی، جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے اٹھائی جانے والی سردردی کے خاتمے کی گھڑی میں ایک عذاب مزید مسلط کر دیا جاتا ہے۔

یہ چند واقعات وہ ہیں جن کے چرچے الیکٹرونک میڈیا کی سکرینوں پر رقصاں ہیں، اخبارات کی شہ سرخیوں میں جنہیں جگہ ملتی ہے، سوشل میڈیا کی چکاچوند میں جن کی چمک دمک دکھائی دیتی ہے، مثبت اور منفی تبصرے جن پر کیے جاتے ہیں، مگر وہ لاکھوں کیسز جو عدالتوں کی راہداریوں میں پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں، جو عدالتوں اور وکیلوں کی الماریوں میں دیمک کی خوراک بن رہے ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، سائلوں کو وکیل دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں، رہی سہی کسر جج اپنے طور طریقوں سے نکالتے ہیں، آدمی دنیا سے اٹھ جاتا ہے، پیوند خاک ہو جاتا ہے، مرنے والوں کی ہڈیاں تک گل سڑ جاتی ہیں مگر کیس کا فیصلہ نہیں ہو پاتا۔

میں چونکہ عدالتی کارروائیوں پر دھیان نہیں دیتا، مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے، مگر جو سطحی سطحی کارروائیاں سنتا یا دیکھتا ہوں اس کی ہلکی سی جھلک میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دی ہے، اگر ساری توجہات عدالتی کارروائیوں پر رکھی جائیں تو ہمارے الفاظ اور میگزین کے صفحات ان ظالمانہ فیصلوں اور ان لکھے لکھائے حکموں کی کارستانیوں کے لیے ناکافی ہو جائیں۔

طرز حکمرانی دیکھیں تو الامان والحفیظ پڑھنے کو جی چاہتا ہے، ایسی بدھو کمپنی کے تاجے حوالدار ملک پر مسلط ہیں جنہیں حکومت کرنے کا طریقہ ہی نہیں آتا، ایک سال میں کئی بار کابینہ کے اراکین کی تبدیلیاں کی جا چکی ہیں، وزارت خزانہ کا قلمدان

غیر منتخب لوگوں کے سپرد کیا گیا ہے، ترجمانوں کی ایک فوج ظفر موج بھرتی کی گئی ہے جو حکمرانوں کی ترجمانی کرتے ہیں تو ہوائیں اور فضا میں ان کی اس احمقانہ ترجمانی پر ہنستی ہیں، انسان انگشت بدنداں ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے، مگر شتر بے مہار حکمران ہیں جو سوچنے اور سمجھنے سے قاصر اور عاری ہیں۔

عوام الناس چوروں، لٹیروں، راہزنوں، ڈکیتوں، قبضہ گروپوں، پتھاریداروں، زمینداروں، علاقائی جگلوں، ٹھگلوں، بد معاشوں، جیب کتروں، کف گیروں کے رحم و کرم پر ہیں، شہروں اور دیہاتوں میں چوروں کا راج ہے، لٹیروں کا راج ہے، علاقائی غنڈوں کی حکمرانی ہے، جگہ جگہ لوگوں کی گاڑیاں، موٹر سائیکل چوری ہو رہے ہیں، گھروں میں ڈکیتیاں ہو رہی ہیں مگر کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، تھانوں میں رپٹ درج کروانے کے لیے سائیکلین کو خوار ہونا پڑتا ہے، کسمپرس، بے سروساماں، بے مال و متاع، بے سفارشی کسی شخص کی شنوائی نہیں ہے، یہاں جس کا پشتیان قومی اسمبلی کا ممبر ہو، صوبائی اسمبلی کا ممبر ہو، سینٹ کا ممبر ہو، جس کا مضبوط جتھہ ہو اسی کی بات سنی جاتی ہے، اسی کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔

اس سرکار سے پہلے یہاں جن سیاسی جماعتوں نے برسہا برس تک لیلائے اقتدار سے تلذذ حاصل کیا ان کے بارے میں موجودہ سرکار کے زعماء یہی کچھ کہتے اور چیختے چلاتے رہے اور ان کی چنگھاڑ کی بازگشت فوجی بیرکوں کے اندر اور جی ایچ کیو کی راہداریوں تک سنائی دیتی رہی کہ انہوں نے ملکی خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا، انہوں نے ملکی وسائل پر بے دریغ ہاتھ صاف کیے، انہوں نے قومی خزانہ کی دولت منی لانڈرنگ کر کے بیرون ممالک منتقل کی، لوگ سمجھے کہ یہ دل خراش صدائیں درست ہیں، مگر جب عدالتی کان کنوں نے پہاڑ کھودے تو درون دشت صرف چوہے

نکلے وہ بھی مرے ہوئے، کوئی بچ، کوئی احتسابی عدالت، کوئی آلہ ان سارقین و طین سے کچھ برآمد نہ کرواسکا، کچھ برآمد نہ ہونے کے باوجود ان لوگوں کو پابند سلاسل کیا گیا، زندانوں کی آوٹ میں انہیں رکھا گیا، اب جو صاف ستھرے حکمران آئے تو پہلوں کے ریکارڈ بھی چور اہوں کے بیچ میں توڑ ڈالے۔

میں اپنے حکمرانوں سے یہی عرض کروں گا کہ جس ملک میں انصاف بکتا ہے، عدل کا خون ہوتا ہے، عدلیہ بکتی ہے، ظالم دند ناتا ہے، ظلم عام ہوتا ہے، تو وہاں سے خدا کی رحمت رخصت ہو جاتی ہے، وہاں خدائی کوڑا برستا ہے، پھر وہاں نام و نشان کسی کا باقی نہیں رہتا، وہاں گیلی پختی ہے اور نہ تر، سب کچھ جل کر راکھ ہو جاتا ہے، اس لیے جہاں تک ہو سکے طرز حکمرانی کو درست کیجیے، غریب کو انصاف دیجیے، عدالتوں میں مداخلت بند کیجیے، ڈنڈے سوٹے کی سرکار مت چلائیے، ان ججوں کو آزادانہ فیصلے کرنے دیجیے، فوجی جرنیلوں کو اپنے ڈومین میں رہ کر کام کرنے کی ہدایات دیتے رہیے، بندوق کے زور پر فوجی وردی کی دھونس پر حکمرانی کرنے کی حوصلہ افزائی مت کیجیے، احتسابی عدالتوں کو آنکھ کے اشاروں سے سیاسی مخالفین پر چڑھ دوڑنے کے احکامات مت دیجیے، آج اگر عنان اقتدار تمہارے ہاتھ میں ہے تو کل تم نشان عبرت بن سکتے ہو، یہی زمام کار کل کلاں کسی اور کے ہاتھ میں آجائے گی۔

خادم اسلام

مُحَمَّدُ الرَّشِيدُ عَدُوٌّ لِّطُغْيَانِي

حال وارد حدود مری

۱۵ ستمبر ۲۰۱۹ء ۱۵ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ ڈیڑھ بجے دن

اللہ نے آدم و حوا کو کس سے منع کیا تھا؟

علامہ ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ :

وَالصَّوَابُ فِي ذَلِكَ أَنْ يُقَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ نَهَى آدَمَ وَرَزَوَجَتَهُ عَنْ أَكْلِ شَجَرَةٍ بَعَيْنِهَا مِنْ أَشْجَارِ الْجَنَّةِ، دُونَ سَائِرِ أَشْجَارِهَا، فَأَكَلَا مِنْهَا، وَلَا عِلْمَ عِنْدَنَا بِأَيِّ شَجَرَةٍ كَانَتْ عَلَى التَّعْيِينِ؟ لِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ لِعِبَادِهِ دَلِيلًا عَلَى ذَلِكَ فِي الْقُرْآنِ وَلَا مِنَ السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ (تفسیر ابن جریر)

اس بارے میں درست بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے، اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی بیوی کو جنت کے درختوں میں سے کسی خاص درخت سے کھانے سے منع کیا تھا، اس سے تمام درخت مراد نہیں ہیں، ہمارے پاس کسی خاص درخت



ایسی دلیل نہیں ہے جو قرآن اور سنت سے ہمارے پاس موجود ہو۔ (تفسیر طبری)

سارے اقوال کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کو ترجیح دی جاسکتی ہے کہ آدم علیہ السلام نے گندم کا دانہ کھایا تھا، جو گائے کے گردے جتنا تھا، شہد سے زیادہ میٹھا تھا، مکھن سے زیادہ نرم تھا۔

انسان و شیطان کی باہمی دشمنی

سوال انسان اور شیطان کے درمیان ظاہرِ آدم دشمنی کی ابتدا کب ہوئی ہے؟

جواب آدمؑ اور حواء کے درخت میں سے کھانے اور جنت سے زمین کی طرف اترنے کے بعد ان کے درمیان دشمنی کا آغاز ہوا، قرآن حکیم بتاتا ہے،

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (البقرة ۳۶)

پھر شیطان نے ان کو وہاں سے ڈگمگایا پھر انہیں اس عزت و راحت سے نکالا کہ جس میں تھے اور ہم نے کہا تم سب اترو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانا ہے اور سامان ایک وقت معین تک۔

یوں تو شیطان نے جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تب سے یوں محسوس کیا جاسکتا ہے کہ شیطان کی طرف سے ایک حاسدانہ کشمکش کا آغاز ہو گیا تھا، مگر اس وقت حضرت آدم کے دل میں شیطان سے اس کا انتقام لینے یا اس کے ساتھ اس طرح کا رویہ روار کھنے کا خیال نہیں تھا، لیکن جب شیطان نے اپنا کرتب دکھایا، سانپ کے منہ میں بیٹھ کر اس نے آدم علیہ السلام کو گندم کا دانہ کھلایا، پہلے اماں حواء کو بہکایا، جب انہوں نے گندم کا دانہ کھالیا تو آدم علیہ السلام کو انہوں نے تیار کیا کہ آپ بھی اسے کھالیں، میں نے بھی کھایا ہے، مجھے گندم کا دانہ کھانے سے کوئی نقصان نہیں ہوا ہے، یہ سن کر آدم نے بھی گندم کا دانہ کھالیا، پھر وہاں سے ادھر ادھر بھاگنے لگے، اللہ نے فرمایا کہ آدم آپ مجھ سے بھاگ رہے ہیں، اس پر آدم نے فرمایا کہ اللہ! بھاگ نہیں رہا مجھے آپ سے حیا آ رہی ہے، میں شرمندہ ہوں، پھر اللہ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ آدم کو جنت سے باہر کیا جائے مگر ان کے ساتھ کوئی سختی نہ کی جائے، اس پر حضرت جبریل انہیں عزت کے ساتھ ہاتھ سے پکڑ کر جنت سے باہر لائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاں انہیں جنت سے زمین کی طرف نکلنے کا حکم دیا وہاں فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے، ان میں حضرت آدم، اماں حواء اور شیطان

کی دشمنی مراد ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ الْحَيَّاتِ فَقَالَ: خَلَقْتُ هِيَ وَالْإِنْسَانَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَدُوًّا لِصَاحِبِهِ، إِنْ رَأَاهَا أَفْرَعْتُهُ وَإِنْ لَدَعَتْهُ أَوْجَعْتُهُ فَأَقْتُلُهَا حَيْثُ وَجَدْتَهَا (تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۱۳۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سانپ کو مارنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سانپ اور انسان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے دشمن پیدا کیے گئے ہیں، اگر وہ اسے دیکھتا ہے تو اس سے ڈر جاتا ہے اور اگر وہ اسے ڈس لے تو اسے تکلیف دیتا ہے، اس لیے جب تم اسے دیکھو تو قتل کر ڈالو۔

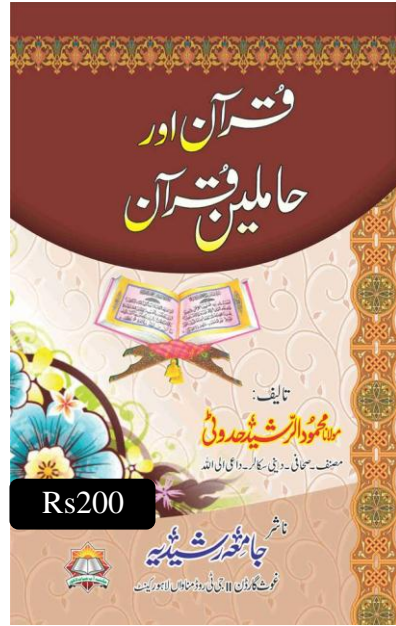
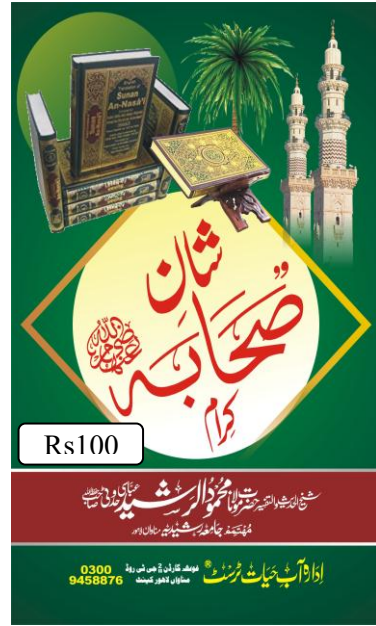
قرآن کریم میں لفظ اعداء کی بجائے عدا استعمال کیا گیا ہے، ابن فارس کہتے ہیں کہ یہ لفظ واحد، تثنیہ اور جمع تینوں کی صلاحیت رکھتا ہے، ابلیس آدم اور اولادِ آدم دونوں کا دشمن ہے، ان کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور انہیں ہر طرح کے فتنے میں مبتلا کرتا ہے، ابن آدم اس کے مکر و دجل سے بچنے کے لیے اس پر لعنت کرتا ہے۔

ابن آدم کے درمیان دشمنی ایک دوسرے کے ساتھ دنیوی باتوں میں حسد کرنا ہے، دین کی باتوں میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنا ہے، شیطان کے ساتھ اولادِ آدم کی دشمنی دین کی وجہ سے ہے، جب تک دین باقی ہے ان کے درمیان دشمنی ختم نہیں ہو سکتی، سانپ اولادِ آدم کا دشمن ہے اور وہ اس کے دشمن ہیں، وہ ان کو ڈستا ہے اور یہ اس کا سر کچلتے ہیں، ان کے درمیان دشمنی طبعی ہے، جب تک طبیعتیں موجود ہیں تب تک ان کے درمیان دشمنی ختم نہیں ہو سکتی۔

شیطان کی آدم علیہ السلام کے ساتھ دشمنی حسد اور استکبار کی وجہ سے ہوئی یہاں تک کہ اس نے انہیں دھوکہ دیا اور جنت سے نکلوا دیا، ان کی اولاد کے ساتھ شیطان کی دشمنی یہ ہے کہ وہ ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور انہیں کفر اور نافرمانی کی طرف بلاتا ہے، آدم علیہ السلام کی شیطان کے ساتھ اللہ کے حکم کے تحت دشمنی ہے جیسے اللہ نے قرآن کریم کی آیت فاطر (۶) میں فرمایا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔

سورۃ الاعراف کی آیت ۲۷ میں اللہ نے اولادِ آدم کو خبردار کیا کہ شیطان تمہیں کہیں آزمائش میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔

مدیرِ اعلیٰ آبِ حیات کی چند جدید تصنیفات





حضرت نبی کریم ﷺ کی امت کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت قرار دیا ہے، یہ امت ایسی شان والی امت ہے جس کو لوگوں کے نفع کے لیے نکالا گیا ہے، اللہ تعالیٰ بروز محشر ان کے وضوء والے اعضاء کو ایسا چمکائیں گے جو ان کی خاص علامت ہوگی، جس سے اس امت کے لوگ قیامت کے دن پہچانے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ
حضرت نبی کریم ﷺ ایک ایک قبرستان کی طرف نکلے، پھر آپ ﷺ نے قبرستان والوں کو سلام کیا، اور فرمایا

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ أَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ

اے مؤمن قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو اور بے شک ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تم سے ملنے والے ہیں، میری آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم میرے صحابہ ہو، میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے، اور میں تم سے پہلے کوثر پر ہوں گا، صحابہ کرامؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ کے جو امتی ابھی تک دنیا



میں نہیں آئے، آپ ﷺ انہیں کیسے پہچانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے، اگر کسی آدمی کے سفید پیشانی اور چمک دار پاؤں والے گھوڑے سیاہ فام گھوڑوں میں ملے ہوئے ہوں، تو کیا وہ اپنے گھوڑے پہچان نہیں لے گا؟

صحابہؓ نے جواب دیا، کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! وہ ضرور پہچان لے گا، آپ ﷺ نے فرمایا، بے شک وہ آئیں گے تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضوء کے اثر سے چمک رہے ہوں گے، میں حوض کوثر پر ان کا پیش خیمہ ہوں گا۔

خبردار! میرے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح دھتکار دیا جائے گا، جس طرح بھٹکا ہوا ونٹ دھتکار دیا جاتا ہے، میں انہیں پکاروں گا، آجاؤ، تو کہا جائے گا، انہوں نے آپ کے بعد دین میں نئے نئے کام ایجاد کر لیے تھے، تو میں کہوں گا دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔



رسول کریم ﷺ اپنے جانثار صحابہ کرام کو قبرستان جانے کے آداب سکھاتے ہوئے انہیں ہدایات دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو قبرستان پہنچ کر السلام علیکم کہا کریں، ایک روایت میں السلام علیکم ہے اور ایک روایت میں سلام علیکم ہے۔

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ

اس میں یہ بات سکھائی گئی ہے کہ مردوں کو بھی اس طرح سلام کرنا ہے جس طرح زندوں کو سلام کیا جاتا ہے۔

یعنی نام لینے سے پہلے سلامتی کی دعا دی جاتی ہے، جب کہ زمانہ جاہلیت میں سلام کا طریقہ یہ تھا کہ دعا دینے سے پہلے نام لیا جاتا تھا۔

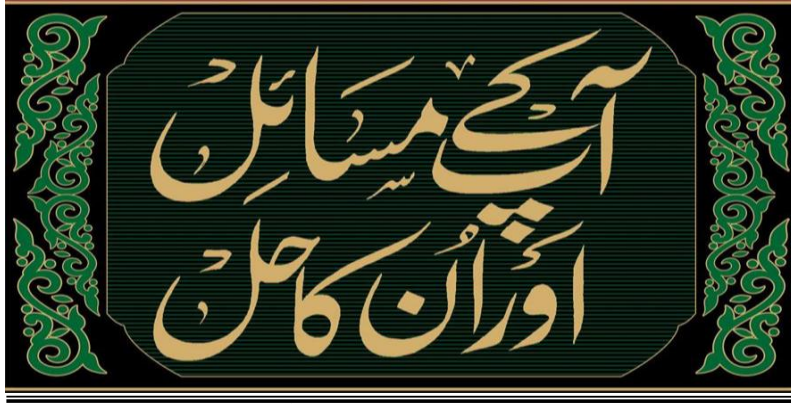


بیوی کے نام کئے گئے مکان میں ورثاء کا حصہ

سوال: میں نے اپنی بیوی کو اپنے والد کی جائیداد کی رقم دے کر ایک پلاٹ اپنی بیوی کے نام کروایا اور اس کو بنوا کر مستقل طور پر اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ رہنے لگا۔ کچھ وقت پہلے میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اب میری بیوی کی والدہ دعویٰ کر رہی ہے کہ چونکہ مکان میری بیٹی کے نام ہے اس لیے مکان فروخت کر کے مجھے حصہ دو! جبکہ میرا مذکورہ پلاٹ کو اپنی بیوی ذاتی ملکیت میں دینا مقصود نہیں تھا۔ اب صرف نام ہونے کی وجہ سے مکان کی میراث جاری ہوگی کیا شرعی لحاظ سے میری ساس کا حصہ بنے گا؟ (فاروق چودھری، شاہ فیصل کالونی کراچی)

مفتی محمد زبیر صاحب کراچی

جواب: صورت مسئلہ میں اگر آپ نے بیوی کے نام مکان خرید کر خود اس میں رہائش اختیار کرنے سے پہلے بیوی کو تنہا مکمل طور پر قبضہ دے کر مالک بنادیا تھا تو یہ مکان بیوی کی ملکیت ہے۔ جس میں ان کے تمام ورثاء کا حق ہے اور ان میں آپ اور بیوی کی والدہ بھی شامل ہیں، اور اگر آپ نے محض کاغذات میں بیوی کے نام کیا تھا اور



خریدنے کے بعد بیوی کو مالکانہ حقوق کے ساتھ مالک و قابض بنا کر حوالے نہیں کیا تھا بلکہ آپ پلاٹ کو تعمیر کر کے بیوی بچوں سمیت اس میں رہتے رہے تو یہ آپ کی ملکیت ہے۔ اس میں آپ کی بیوی کی والدہ کا کوئی حق و حصہ نہیں ہے۔

بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کا حصہ

سوال (۱) والد کی زندگی میں پیٹا فوت ہو گیا ہو تو پھر دادا کی میراث میں پوتا اور پوتیوں اور بہو کا شرعاً وراثت میں حصہ بنتا ہے کہ نہیں؟ سوال (۲) والد کی زندگی میں پیٹا فوت ہو گیا ہے، بیٹے کے ذاتی مال و دولت میں ایک پوتا دو پوتیوں اور بہو کو دادا کی وراثت میں کیا حصے ملیں گے اگر وراثت 42 لاکھ ہو تو کتنے کتنے حصے ملیں گے، مہربانی فرما کر فارمولا بھی لکھ دیں۔ (حاجی نور حسین، ضلع سیالکوٹ)

جواب: (۱) اگر والد کے انتقال کے وقت کوئی پیٹا بھی زندہ ہو تو زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے کی اولاد کو شرعاً دادا کی میراث سے حصہ نہیں ملتا اور بہو بھی اپنے سسر کے ترکے میں حصہ دار نہیں ہوتی۔

تاہم اگر کوئی پیٹا بھی والد کی وفات کے وقت حیات نہ ہو بلکہ اس سے قبل ہی سارے وفات پا جائیں تو ایسی صورت میں پوتوں کو دادا کی میراث سے شرعی قانون کے مطابق حصہ ملتا ہے۔

(۲) البتہ مذکورہ صورت میں زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے نے اپنی ذاتی کوئی جائیداد و مال چھوڑا ہو تو وہ ان کی اولاد اور بیوہ میں تقسیم ہوگا۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ مرحوم والد نے بوقت انتقال اپنی ملکیت میں جو کچھ منقولہ و غیر منقولہ مال و جائیداد، دکان، مکان پلاٹ، زمین، سونا، چاندی، نقد رقم، کپڑے، برتن، غرض ہر طرح کا جو

چھوٹا بڑا ساز و سامان چھوڑا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے۔



جس میں سب سے پہلے مرحوم کے کفن، دفن کے متوسط اخراجات نکالے جائیں۔ یہ اخراجات کسی نے اپنی طرف سے بطور احسان ادا کر دیئے ہوں تو پھر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد دیکھیں اگر مرحوم کے ذمے کوئی قرض واجب الادا ہو تو وہ ادا کریں۔

اس کے بعد دیکھیں اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو بقیہ ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک اس پر عمل کریں۔ اس کے بعد جو کچھ بچے اس کے کل بتیس (۳۲) مساوی حصے کریں، جس میں سے بیوہ کو چار (۴) حصے اور مرحوم کے بیٹے کو چودہ (۱۴) حصے اور ہر بیٹی کو سات سات (۷) حصے دیدیں۔

واضح رہے یہ تقسیم اس وقت ہے کہ مرحوم کی والدہ بھی ان کی زندگی میں وفات پا چکی ہو ورنہ یہ حکم نہیں ہوگا ایسی صورت میں والدہ کے ورثاء کی بھی تفصیل لکھ کر مسئلہ دوبارہ دریافت کر لیا جائے، ۴۲ لاکھ روپے اگر دادا کی میراث ہے تو وہ دادا کی زندگی میں فوت ہونے والے بیٹے کی اولاد اور ان کی بیوہ میں تقسیم نہیں ہوگی اور اگر یہ مرحوم بیٹے کی ذاتی وراثت ہے تو اسے مذکورہ بالا طریقہ پر تقسیم کیا جائے گا

☆...☆...☆



ایک آدمی اور ایک عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بڑی جماعت تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم فرمایا تو انہوں نے ایک ثالث مرد کے خاندان میں سے اور ایک ثالث عورت کے خاندان میں سے مقرر کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں ثالثوں سے فرمایا تم جانتے ہو کہ تم پر کیا ذمہ داری ہے؟ تم پر یہ ذمہ داری ہے کہ اگر تم دیکھو کہ دونوں پھر جمع ہو جائیں تو ان کو جمع رکھو اگر تم دیکھو کہ دونوں جدا ہو جائیں تو ان میں جدائی کر دو۔

عورت نے کہا میں راضی ہوں اللہ کی کتاب میں جو میرا فرض ہے اور میرا حق ہے اور وہ مجھے قبول ہے آدمی نے کہا لیکن اگر جدائی ہو تو قبول نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ کہا اللہ کی قسم! یہاں تک کہ تو بھی اقرار کر جس طرح تیری بیوی نے اقرار کیا۔ (کتاب الأم للشافعی، مصنف عبدالرزاق، بیہقی)

عبد بن حمید وابن جریر نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اس عورت کو نصیحت کروا گروہ عورت اس حرکت سے رک جائے تو بہتر ورنہ اس کو بستر سے الگ کر دے اگر رک جائے تو بہتر ورنہ مارے۔ اگر وہ رک جائے تو بہتر ورنہ معاملہ بادشاہ کی طرف لے جاؤ تو وہ بھیجے گا ایک ثالث مرد کے خاندان میں سے اور ایک ثالث عورت کے خاندان میں سے (پھر) وہ عورت کے خاندان کا ثالث کہے گا کہ تو عورت کے ساتھ یہ سلوک کرتا تھا اور مرد خاندان کا ثالث کہے گا تو خاوند کے ساتھ یہ

سلوک کرتی۔

ان میں سے جو ظالم ہو گا تو بادشاہ اس پر ظلم ختم کرے گا اور اس کے ہاتھوں کو پکڑے گا اور اگر عورت نافرمانی کرنے والی ہوگی تو سلطان مرد کو حکم دے گا کہ تو عورت سے خلع کرے۔

عبدالرزاق وسعید بن منصور و عبد بن حمید وابن جریر والبیہقی نے اپنی سنن میں عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے ان دو ثالثوں کے بارے میں پوچھا جن کا ذکر قرآن میں ہے تو انہوں نے فرمایا ایک ثالث مرد کے خاندان کا اور ایک ثالث عورت کے خاندان سے مقرر کرو یہ لوگ ان میں سے ایک کے ساتھ باتیں کریں اور ان کو نصیحت کریں اگر وہ غلطی سے لوٹ آئے تو پھر دوسرے سے بات کریں گے اور اس کو نصیحت کریں گے اگر وہ لوٹ آئے تو (خیر) ورنہ دونوں ثالث جو بھی فیصلہ کریں گے وہ جائز ہوگا۔

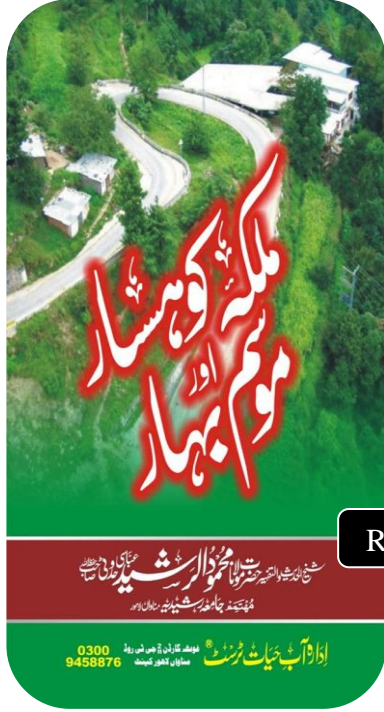
عبدالرزاق و عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ مجھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو ثالث مقرر کیا، ہم سے کہا گیا اگر تمہاری رائے ہو کہ دونوں پھر سے اکٹھے ہو جائیں تو دونوں کو اکٹھا کر دو اگر تمہاری رائے یہ ہو کہ دونوں جدا ہو جائیں تو دونوں کو جدا کر دو اور جس نے ان کو بھیجا تھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ثالث اس لئے بھیجے جائیں گے تاکہ وہ (دونوں کے درمیان) صلح کریں اور دونوں ظالم کے ظلم کی گواہی دیں لیکن جدائی تو وہ ان دونوں کا اختیار نہیں ہے۔ (بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن جریر)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لفظ آیت ”والتي تخافون نشوزهن“

سے مراد ہے کہ یہ عورت اگر نافرمانی کرتی ہے اپنے شوہر پر تو اس کے شوہر کو چاہئے کہ وہ اس سے خلع کر لے جب دونوں ثالث اس کا حکم کریں تاہم خلع اس کے بعد ہوگا جب عورت شوہر کو کہے اللہ کی قسم! میں تیرے لئے تیری قسم کو پورا نہیں کروں گی اور میں تیرے گھر کے معاملات میں تدبیر نہیں کروں گی بغیر تیرے حکم کے اور سلطان کہے گا ہم تیرے لئے خلع کو جائز نہیں کریں گے یہاں تک کہ عورت اپنے خاوند سے کہے گی اللہ کی قسم میں تیرے لئے جنابت کا غسل نہیں کروں گی اور اللہ کے لئے نماز کو قائم نہیں کروں گی۔ تو اس وقت سلطان عورت سے خلع کرنے کی اجازت دے گا۔

ادارہ آب حیات ٹرسٹ کی عاجزانہ پیش کش



Rs100



فہم قرآن کی کنجی قرآن کریم رہتی دنیا تک کتاب ہدایت ہے۔ اس کی ہدایت سے استفادے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات جان لی جائے کہ قرآن کریم میں موجود ہدایت کی نوعیت کیا ہے۔ قرآن کریم اپنے اسلوب کے اعتبار سے ایک بالکل منفرد نوعیت کی کتاب ہے۔ تورات کے احکام عشرہ کی طرح قرآن کریم میں ہدایت کے کوئی آٹھ دس اصول بیان نہیں ہو گئے ہیں۔ اسی طرح یہ کورس میں پڑھائی جانے والی اسلامیات کی کتاب کی طرح بھی نہیں ہے، جس میں اسلام کے حوالے سے مضامین پائے جاتے ہیں۔

یہ کسی عالم کی تحریر کردہ کسی علمی کتاب کی طرح بھی نہیں ہے، جس میں ایک ترتیب سے اسلامی عقائد و عبادات پر بحث کر کے ان کی حقانیت ثابت کی جاتی ہے۔

قرآن کریم دراصل اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگزشتِ انداز ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہیے کہ یہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخاطبین کے درمیان ہونے والی جدوجہد کا ریکارڈ ہے۔

صورتحال یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ آپ کی قوم یعنی قریش مکہ کے سامنے توحید و آخرت کی دعوت رکھی۔ ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری دی اور جھٹلانے والوں کو اپنے عذاب سے ڈرایا۔ جنت، جہنم اور قیامت کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ اللہ کی ذات، صفات اور اس کے حقوق کو لوگوں پر واضح کیا۔ توحید و آخرت کی اس دعوت کے دلائل انفس و آفاق کی نشانیوں سے پیش کیے۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا۔ اہل کتاب کے پیدا کردہ شبہات کو دور کیا۔ منکرین کے سوالات کا جواب دیا۔ مشرکین کی بدعتوں اور ان کے اوہام سے پردہ اٹھایا۔ مخالفین کی ایذا رسانی پر مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اخلاقِ حسنہ کو سراہا۔ مشرکین کی اخلاقی خرابیوں کو بے نقاب کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک رسول بھی تھے۔

اس بات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ قوم اگر رسول کا انکار کرتی ہے تو بات واضح ہونے کے بعد، اس پر دنیا ہی میں عذاب آجاتا ہے جبکہ ماننے والوں کو عذاب سے بچا کر دھرتی کا اقتدار دے دیا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن نے بار بار آپ کی قوم کو خدا کے اس عذاب سے ڈرایا جو قیامت سے پہلے اس دنیا ہی میں ان پر نازل ہو سکتا تھا۔ اس مقصد کے لیے پچھلے رسولوں کی داستان سنا کر یہ بتایا گیا کہ جس طرح نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب، موسیٰ علیہم السلام

اجمعین اور دیگر رسولوں کی قوموں پر دنیا ہی میں عذاب آیا ہے، اسی طرح قریش پر بھی ان کے انکار کی پاداش میں عذاب آکر رہے گا۔

13 برس تک یہ جدوجہد جاری رہی یہاں تک کہ اتمام حجت ہو گیا یعنی ہدایت واضح ہو گئی۔ چنانچہ قریش پر عذاب کا فیصلہ ہو گیا۔ اللہ کے حکم سے آپ نے ہجرت فرمائی اور اپنے صحابہ سمیت مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ کو چونکہ ایک قابل قدر تعداد میں ساتھی مل گئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارضی و سماوی آفت کے بجائے کفار کو صحابہ کرام کی تلواروں سے عذاب دینے کا فیصلہ کیا۔ جنگ بدر میں یہ عذاب نازل ہوا اور قریش کی پوری قیادت کو ہلاک کر دیا گیا۔

اس طرح رسولوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کے قانون کا یہ حصہ نافذ ہو گیا کہ جس میں کفار کو دنیا ہی میں عذاب دیا جاتا ہے۔ البتہ اس قانون کا ایک دوسرا حصہ ابھی باقی تھا۔ وہ یہ کہ رسولوں پر ایمان لانے والوں کو نہ صرف اس عذاب سے بچایا جاتا ہے بلکہ انہیں دنیا میں بھی عروج و غلبہ دے دیا جاتا ہے۔

چنانچہ مدینہ میں آنے کے بعد صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کا ظہور شروع ہوا۔ اور صرف آٹھ سال بعد حرم پاک سمیت پوری سرزمین عرب پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کا غلبہ ہو گیا۔

اس عمل میں سرزمین عرب کے مشرکین سے جنگیں لڑی گئیں، مدینہ پاک میں موجود اہل کتاب سے معاملات پیش آئے۔ منافقین کی سازشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن پاک ان سب پر تبصرے کرتا ہے۔ قدم قدم پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے تزکیہ کے لیے

شریعت دینا شروع کرتا ہے، یہاں تک کہ دین کی تکمیل ہو جاتی ہے۔
ان سب کے ساتھ قرآن بار بار توحید و آخرت پر مبنی اپنی دعوت کو دہراتا رہتا ہے۔ قرآن کریم کا ایک قاری جب اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو یہ مضامین نکھر کر سامنے آتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس کے لیے قرآن مجید کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

البتہ ایک اور اہم بات ہے جسے سمجھ لینا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کریم کے جن مضامین کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کی ہے، اس کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اول قرآن کریم کی ایمان و عمل صالح پر مبنی دعوت اور اس کی تفصیلات۔ دوسرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قوم پر اتمام حجت، اس کے مباحث اور اس کے نتیجے میں آنے والا عذاب۔ یہ دونوں چیزیں قرآن پاک میں بالکل ساتھ ساتھ بیان ہوئی ہیں اور ایسا ہونا ناگزیر بھی تھا۔ اس لیے کہ ایمان و عمل صالح کی ابدی دعوت جن لوگوں کو دی جا رہی تھی وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطبین بھی تھے۔

لیکن یہ بات جب ایک عام قاری پر واضح نہیں ہوتی تو قرآن پڑھتے ہوئے بہت سے سوالات اس کے ذہن میں پیدا ہوتے اور بہت سی غلط فہمیاں اسے لاحق ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ایک پڑھنے والا دیکھے گا کہ قرآن مجید کے بعض مقامات پر یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے، مگر دوسری طرف اسی قرآن میں ان کی خواتین سے شادی جائز قرار دی گئی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان سے دوستی جائز نہیں تو شادی کا رشتہ جو زیادہ مضبوط اور محبت کا تعلق ہے اس کے قائم کرنے کی اجازت کیوں ہے؟

جواب یہ ہے کہ شادی کی بات ابدی شریعت کا ایک اصول ہے جبکہ دوستی کی ممانعت ان یہود و نصاریٰ سے ہے جن کا بغض بالکل کھل کر سامنے آگیا تھا۔ یہ بات سیاق و سباق سے بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ اس بات کو ایک اور مثال سے سمجھیں۔ قرآن کریم میں شرک اور اس کی تمام چھوٹی بڑی اقسام کی برائی بیان ہوئی ہے۔ یہ اس کی ابدی دعوت کا ایک پہلو ہے جو ہر حال میں ہم سے متعلق ہے۔ مگر ساتھ ہی قرآن میں یہ بیان بھی ملے گا کہ مشرکین کو جہاں پاؤ مار ڈالو۔ اس بات کا تعلق ابدی دعوت سے نہیں بلکہ اس اتمام حجت سے ہے جس کے بعد مشرکین عرب پر عذاب کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ یہ حکم صحابہ کرام کو دیا گیا تھا اور قرآن مجید کا سیاق و سباق اس بات کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے۔

ایک عام شخص کے لیے جائز نہیں کہ قرآن کے اس حکم کو لے کر اپنے پڑوس میں رہنے والے کسی ہندو یا عیسائی کو مار ڈالے۔ قرآن مجید کے ہر قاری کو جو سمجھ کر قرآن پاک کو پڑھنا چاہتا ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس طرح کی باتوں کا تعلق براہ راست اس سے نہیں ہے۔ اگر اسے کبھی کوئی شبہ پیدا ہو تو چاہیے کہ ایک یا ایک سے زیادہ اچھے اور صاحب بصیرت عالم سے رجوع کرے یا ان کی تفسیر دیکھ لے۔ یہ اصول فہم قرآن کی کنجی ہے جسے نہ سمجھنے کے نتیجے میں کتاب الہی سے متعلق بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں اور بد قسمتی سے دور جدید میں پیدا ہوئی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس موقع پر یہ سوال کیا جائے کہ اگر یہ چیزیں عام لوگوں سے متعلق نہیں تو انھیں قرآن پاک میں رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اس بات کا جواب یہ ہے کہ یہ مباحث اس اعتبار سے بڑے اہم ہیں کہ یہ قرآن کی سچائی اور اس دعوت کا زندہ ثبوت ہیں جو وہ توحید و آخرت کے حوالے سے دنیا کے

سامنے رکھتا ہے۔ اس لیے کہ ایک رسول کی قوم پر آنے والا عذاب اور اس کے ساتھیوں کو ملنے والا غلبہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ساتھ یہی کریں گے۔ جنہوں نے اس دعوت کو مانا وہ جنت کی بادشاہی کے مستحق ٹھہریں گے اور جو منکر ہوئے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

☆☆☆☆

ادارہ آپ حیات ٹرسٹ لاہور

تہذیبِ اذہر
ماہنامہ
جلد 20، نمبر 19
پیشہ ورانہ اسلامی تعلیمات کی سربراہی

آب حیات
ماہنامہ
جلد 20، نمبر 19
پیشہ ورانہ اسلامی تعلیمات کی سربراہی

صدائے جامعہ
ماہنامہ
جلد 20، نمبر 19
پیشہ ورانہ اسلامی تعلیمات کی سربراہی

شان
ماہنامہ
جلد 20، نمبر 19
پیشہ ورانہ اسلامی تعلیمات کی سربراہی

سلطان صلاح الدین ایوبی

امہانی
صدیقی

سلطان نے اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ عظیم لشکر کا مقابلہ جرات اور حوصلے سے کیا۔ جب فتح کی امید باقی نہ رہی تو صلیبیوں نے صلح کی درخواست کی۔ فریقین میں معاہدہ صلح ہوا۔ جس کے بعد تیسری صلیبی جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس جنگ میں سلطان صلاح الدین نے ثابت کر دیا کہ وہ دنیا کے سب سے طاقت ور ترین حکم زان ہیں۔

انہوں نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر نور الدین زنگی کا تیار کردہ منبر اپنے ہاتھ سے مسجد میں رکھا اور نور الدین کی خواہش پوری ہو گئی۔ صلاح الدین نے بیت المقدس میں داخل ہو کر وہ مظالم نہیں کیے، جو اس شہر پر قبضے کے وقت عیسائی افواج نے کیے تھے۔ صلاح الدین ایک مثالی فاتح کی حیثیت سے بیت المقدس میں داخل ہوا۔ اس نے زر فدیہ لے کر ہر عیسائی کو امان دے دی اور جو غریب فدیہ ادا نہیں کر سکے، اُن کے فدیے کی رقم صلاح الدین اور اس کے بھائی ملک عادل نے خود ادا کی۔ بیت المقدس پر قبضے کے ساتھ یروشلم کی وہ مسیحی حکومت بھی ختم ہو گئی، جو فلسطین میں 1099ء سے قائم تھی۔ اس کے بعد جلد ہی سارا فلسطین مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ جب بیت المقدس پر قبضے کی خبر یورپ پہنچی تو تمام یورپ میں کہرام مچ گیا۔ ہر طرف ایک عظیم جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جرمنی، اٹلی، فرانس اور انگلستان سے فوجوں کی فوجیں فلسطین روانہ ہونے لگیں۔ یورپ کی اس متحدہ فوج کی

تعداد 6 لاکھ تھی۔ عیسائی دُنیا نے اس قدر لاتعداد فوج ابھی تک فراہم نہ کی تھی۔ تاریخ کا یہ بڑا لشکر یورپ سے روانہ ہوا اور عکہ کی بندرگاہ کا محاصرہ کر لیا۔

سلطان صلاح الدین نے تن تنہا عکہ کی حفاظت کے انتظام کر لیے تھے لیکن صلیبیوں کو یورپ سے مسلسل کمک پہنچ رہی تھی۔ ایک معرکے میں دس ہزار عیسائی قتل ہوئے مگر صلیبیوں نے محاصرہ جاری رکھا لیکن چوں کہ کسی اور اسلامی ملک نے سلطان کی طرف دست تعاون نہ بڑھایا اس لیے صلیبی ناکہ بندی کی وجہ سے اہل شہر اور سلطان کا تعلق ٹوٹ گیا اور سلطان باوجود پوری کوشش کے مسلمانوں کو کمک نہ پہنچا سکا۔ تنگ آکر اہل شہر نے امان کے وعدہ پر شہر کو عیسائیوں کے حوالے کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ فریقین کے درمیان معاہدہ ہوا، جس کے مطابق مسلمانوں نے دو لاکھ اشرفیاں بطور تاوان جنگ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

صلیب اعظم اور 500 عیسائی قیدیوں کی واپسی کی شرائط طے کرتے ہوئے مسلمانوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ مسلمانوں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ تمام مال اسباب لے کر شہر سے نکل جائیں لیکن رچرڈ نے بد عہدی کی اور محصورین کو قتل کر دیا۔ عکہ کے بعد صلیبیوں نے فلسطین کی بندرگاہ عسقلان کا رخ کیا۔ عسقلان پہنچنے تک عیسائیوں کا سلطان کے ساتھ گیارہ بارہ مرتبہ مقابلہ ہوا سب سے اہم معرکہ ار سوف کا تھا۔

سلطان نے جواں مردی اور بہادری کی درخشندہ مثالیں پیش کیں، لیکن چوں کہ کسی بھی مسلمان حکومت کی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچی لہذا سلطان کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ واپسی پر سلطان نے عسقلان کا شہر خود ہی تباہ کر دیا۔ جب صلیبی وہاں پہنچے تو انہیں اینٹوں کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ ملا۔ اس دوران سلطان نے بیت المقدس کی

حفاظت کی تیاریاں مکمل کیں کیوں کہ اب صلیبیوں کا نشانہ وہی تھا۔ سلطان نے اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ عظیم لشکر کا مقابلہ جرأت اور حوصلے سے کیا۔ جب فتح کی اُمید باقی نہ رہی تو صلیبیوں نے صلح کی درخواست کی۔ فریقین میں معاہدہ صلح ہوا۔ جس کے بعد تیسری صلیبی جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس جنگ میں سلطان صلاح الدین نے ثابت کر دیا کہ وہ دُنیا کے سب سے طاقت ور ترین حکم راں ہیں۔

صلاح الدین بہت بہادر اور فیاض تھے۔ جنگوں میں انہوں نے عیسائیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ عیسائی آج بھی اُن کی عزت کرتے ہیں۔ انہیں جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ ایک مرتبہ ان کے نچلے دھڑ میں پھوڑے ہو گئے ان کی وجہ سے اُنہیں بیٹھنے میں بہت دشواری ہوتی تھی لیکن اس حالت میں بھی ان کے جذبہ جہاد میں فرق نہ آیا۔ صبح سے ظہر تک اور عصر سے مغرب تک برابر گھوڑے کی پیٹھ پر رہتے۔

نور الدین زنگی کی طرح سلطان صلاح الدین کی زندگی بھی بڑی سادہ تھی۔ انہوں نے کبھی ریشمی کپڑے استعمال نہیں کیے اور رہائش کے لیے محل کے بجائے معمولی سا مکان بنایا تھا۔ یہ بہادر سپہ مسلم حکم راں شام کے شہر دمشق کی مسجد اُمیہ میں مدفون ہیں۔



تاریخ ڈھونڈ عباسی

مُحَبَّتِ حُسَيْنِ كَا حُسَيْنِ كَا رَنَامَہ

محمّد الرشید مدظلہ العالی

خطہ کوہسار سے تعلق، قلم و قرطاس سے محبت، تاریخ کے عمیق دریاؤں کی غوطہ زنی، اپنے مشن، کا زور نصب العین سے انہماک، چمن ہائے علمیہ کی ریزہ چینی، حقائق بینی، علمی گوہر ہائے آبدار کو کسی نگینے کی طرح سجانا، یہی متاع عزیز جناب محترم محبت حسین اعوان صاحب کے امتیازات و خصوصیات میں سے ہے۔

ان کی زیر نگرانی ادارہ تحقیق الاعوان شبانہ روز مصروف تگ و تازہ ہے، حال ہی میں اس ادارہ کے اہتمام و انصرام سے آل حضرت سیدنا عباسؑ کی تاریخ "تاریخ ڈھونڈ عباسی" زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر شائقین مطالعہ کی لائبریریوں اور ہاتھوں میں پہنچی، ایک نسخہ وفا انہوں نے اس فقیر بے مال و متاع کو بھی ارسال کیا، جو گزشتہ کئی ایام سے زیر مطالعہ ہے، اس کتاب کے وہ مقامات اس بندے نے باریک بینی سے مطالعہ کیے جو اس کے ذوق و شوق کی سرحدات سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔

جناب محبت حسین اعوان سلمہ الرحمان اس سے قبل بھی تاریخ کی لائبریریاں کھنگال کر اہل علم و عرفان کی آغوش طلب میں علمی سوغات منتقل کر چکے ہیں، وہ خالص کوہساری اور پہاڑی زبان میں اپنے آقا و مولا حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نذرانہ پیش کر چکے ہیں، اب انہوں نے نبی معظم و محتشم کے عم محترم اور دنیا کے اطراف و اکناف میں خیمہ زن ان کی اولاد کے بارے اپنی نوک قلم کو حرکت

دی ہے، اور آل عباس کے ایک بازوئے شمشیر زن ڈھونڈ عباسی کوتاہ رخ کے درپچوں سے صفحات و اوراق کی زینت بنا ڈالا ہے۔

جناب محبت حسین اعوان صاحب نے جہاں ایک طرف عرق ریزی سے کام لیا وہاں دوسری طرف طالبان تاریخ کی متاع علم و عرفاں میں گرانقدر اضافہ فرمایا، عباسی خاندان کے آغاز، کارہائے نمایاں سے لے کر ان کے خدوخال، ان کی زندگی کے نشیب و فراز اور ان کے اوصاف و کمالات، ان کے خصائص و خصائل پر بھی خوب خوب خامہ فرسائی فرمائی ہے۔

ملکہ کوہسار مری، گلیات، خطہ پوٹھوہار راولپنڈی، وادی جنت نظیر کشمیر، بہاولپور، اور خطہ حجاز میں بسیرے کرنے والے عباسیوں کی تاریخ بھی جناب محبت حسین اعوان کی اس کتاب کا ایک سنہری اور دلچسپ باب ہے۔

قبیلہ ڈھونڈ کی وجہ تسمیہ جس انوکھے انداز میں بیان کی گئی ہے عباسیوں کی تمام تر سیانی اوصاف کے باوجود سادہ لوحی کا پتہ دیتی ہے، عباسیوں کے جہاں اوصاف حمیدہ بیان کیے گئے وہاں چند صفات ایسی تحریر کی گئی ہیں جو شاید شخصی اور انفرادی ہوں، من حیث القوم، من حیث الأسرة، من حیث الکلیہ یہ صفات خاندان عباسیہ کی پہچان نہیں ہیں، مثلاً جناب محبت حسین اعوان صاحب نے عباسیوں کی بری صفات و عادات میں یہ لکھا کہ ان میں کینہ پروری پائی جاتی ہے، یہ صفت ان کے خصائل و عادات میں سرفہرست رکھی اور بتائی گئی ہے، میرا بالکل یہ خیال نہیں کہ یہ صفت عباسیوں میں پائی جاتی ہے، یہ صفت کسی بھی علم سے کورے شخص میں ہو سکتی ہے۔

راقم الحروف (حدوٹی) بھی خاندان عباسیہ کا ایک چھوٹا سا فرد ہے، ہماری اور ہمارے آباؤ اجداد کی نسبت بھی حضرت سیدنا عباسؑ کی طرف ہے، ہم انہی کی طرف

اپنے کو منسوب کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں بصداد بجز و انکسار شکر گزار ہوتے ہیں کہ ہمیں اس نے عظیم خاندان میں پیدا فرمایا ہے۔

یہاں میں یہ بات واضح طور پر عرض کر دوں کہ ہمارے جد امجد حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے لیے نبی کریم ﷺ نے بہت ہی خوب دعائیں تھیں، اللہ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے ہوئے میرے آقا و مولا نبی کریم ﷺ نے عرض کیا تھا کہ اے میرے پروردگار! حضرت عباس کو معافی اور مغفرت کا پروانہ عطا فرمادے، اے اللہ! ان کے بیٹے کو بھی معاف کر دے، ان کو ظاہری باطنی معافی عطا فرمادے، کوئی گناہ اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

میرے فقیرانہ سے خیال میں اس دعا کا اثر ہنگامہ یوم النشور تک حضرت عباس کی اولاد میں موجود رہے گا، اللہ نے انہیں درونی و بیرونی طور پر صاف فرمادیا ہے، انسان ہونے کے ناطے ان میں بے شمار کوتاہیاں ہوں گی، قیامت تک ہوتی رہیں گی، مگر یہ بھی تو خیال کیا جائے کہ مدینہ والی سرکار کی دعائیں بھی تو حضرت عباس اور آل عباس کے ساتھ ساتھ ہیں۔

مجموعی لحاظ سے جناب محبت حسین اعوان صاحب کی اس کاوش قلمیہ و علمیہ کو تحسین و رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، بہت بہترین، دل نشین اور خوبصورت کارنامہ ہے، اللہ انہیں جزائے خیر دے کہ وہ خود تو اعوان ہیں مگر انہوں نے عباسی خاندان کی تاریخ مرتب کر کے مؤرخین کی فہرست میں اپنا نام لکھوا لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے، کوتاہیوں سے صرف نظر فرمائے۔

بندہ ان دنوں غیر معمولی طور پر مصروف کار ہے، ان شاء اللہ بوقت فرصت جناب محبت حسین اعوان صاحب کی حسین محبتوں پر مزید کچھ لکھوں گا۔ ❀